اسلام میں امن وسلامتی

مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی آواپوری شکرپور بھرواره، دربھنگہ

دہشت گردی کی تعریف اور حقیقت:

بے قصور، بے خطا، بے جرم اور معصوم افراد وگروہ کو ہراساں و پریشان کرنا، لوگوں پر دھاندلی اور زبردستی کرنا، ناجائز مقاصد کی تکمیل کے لئے ظلم وستم کرنا، ہیبت پھیلانا اور ستانا، طاقت وغرور کے بل بوتے پر دوسروں کے املاک پر قبضہ کرلینا اور ظلم کرنا سراسر حرام ہے، جس کی حرمت قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''ولاترکنواالی الذین ظلموافتمسکم النار ومالکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون،،(سورہ ہود/۱۱۳)۔

(اور حرمت ابوذرؓ نبی اکرم ﷺ سے اور آپ ﷺ اللہ تبارک وتعالی سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا اے میرے بندے میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور تم لوگوں کے درمیان بھی ظلم کو حرام کردیا ہے، لہذا تم لوگ ایک دوسرے پر ظلم مت کرو، اے میرے بندے سارے کے سارے لوگ گمراہ ہیں سوااس کے جس کو میں نے ہدایت دی ہے، اس لئے تم لوگ مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو، تم کو میں صراط مستقیم کی ہدایت کروں گا،،(مسلم۲/۳۱۹)۔

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے کسی بھائی کی عزت یا اور کسی چیز پر ظلم کیا ہو اس کو چاہئے کہ وہ آج ہی اس سے معاف کرالے اس سے پہلے کہ درہم ودینار نہ رہیں، اس لئے کہ قیامت کے دن اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس میں سے اس کے ظلم کے بقدر لے لیا جائے گا، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی،،(بخاری۱/۳۳۱، اس کی وضاحت اور تشریح کے لئے دیکھئے: فتح الباری ۵/۱۲۱تا۱۲۲)۔

''واجمع الفقہاء علی تحریم الظلم،،(الموسوعہ الفقہیہ ۲۹/۱۷۰)(اور ظلم کے حرام ہونے پر تمام فقہاء کرام کا اجماع ہے)۔

اسلام پوری دنیا سے دہشت پسندی ودہشت گردی کو ختم کرنے کا حکم دیتا ہے نہ کہ دہشت گردی کو پھیلانے

کا، البتہ اگر ظالم کے ظلم کو ختم کرنے کے لئے، فتنہ وفساد کو دبانے کے لئے اور نوع انسانی کو خطرہ سے بچانے کے لئے طاقت کا استعمال کیا جائے تو وہ دہشت گردی ودہشت پسندی کے زمرہ میں نہیں آتا۔ اس کے دلائل قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور ہیں۔ لیکن عصر حاضر میں جو دہشت گردی ودہشت پسندی کا نعرہ لگا کر دنیا سے دہشت گردی کو ختم کرنے کے لئے آگے آتا ہے اور عالم اسلام یا غیر عالم اسلام پر جو فوجی کارروائی کی جاتی ہے یہ سراسر دہشت گردی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایسی کارروائی سراسر حرام ہے۔

حکمراں کے دہشت گردی کرنے کی صورت میں رعایا پر اس کا دفع کرنا لازم ہے:

یہ حقیقت ہے کہ بعض اوقات حکومتیں اپنے ملک میں بسنے والے تمام طبقات کے ساتھ عدل ومساوات کا سلوک نہیں کرتیں، بلکہ بعض طبقات کے ساتھ سیاسی ومعاشی ناانصافی روا رکھی جاتی ہے، اور کبھی تو ان کی جان ومال کے تحفظ میں بھی دانستہ کوتاہی سے کام لیا جاتا ہے، یا سرکاری سطح پر ایسی تدبیریں کی جاتی ہیں کہ وہ طبقہ جانی ومالی نقصان سے دوچار ہو، تو ایسی صورت میں اگر مسلمان کی حکومت سے مقابلہ کرنے میں یقیناً کامیابی کی امید ہو تو ڈٹ کر حکومت کا مقابلہ کرنا چاہئے، ورنہ صبر کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔

مظلوم طبقے کا احتجاج کرنا اور اپنی ناراضگی ایوان حکومت تک پہنچانا جائز ہے:

اگر کسی گروہ یا طبقہ کے ساتھ ناانصافی روا رکھی جاتی ہے تو اس پر شرعی نقطہ نظر سے احتجاج اور ردعمل کا اظہار جائز ہے اور مظلوم کا ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا کسی بھی حال میں دہشت گردی کے دائرہ میں نہیں آئے گا، جمہوری ملک میں مسلمانوں (اور غیر مسلموں) کے لئے اپنے حقوق کے حصول اور تحفظ کی غرض سے جمہوری طریقہ پر احتجاج کے تمام جائز مسائل کو اختیار کرنا درست ہے، ان میں ایجی ٹیشن کرنا، ہڑتال کرنا وغیرہ داخل ہے، البتہ تشدد وتعدی کا راستہ اختیار کرنا جس سے کسی فرد یا گروہ کی یا عوامی املاک کو نقصان پہنچے، مسافروں کو تکلیف ہو، راستے بند ہو جائیں، جائز نہیں، کیونکہ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم احتجاج کے طور پر کسی کا گھر اور سامان جلا دیں، یا زیادتی تو حکومت کی ہو اور ہم عوام کو ضرر پہنچائیں یہ عقل مندی کی بات نہیں ہے، پبلک وعوام یا حکومت وسرکار کی املاک کو نقصان پہنچانا اور جلانا کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے۔ احتجاج اور ناراضگی کے اظہار کے لئے اپنی آواز ایوان حکومت تک پہنچانا شرعی حدود میں رہ کر بلا تذبذب وبلا چوں وچراں جائز ومباح ہے۔

☆ بہ گفتار شیرین جہاندیدہ مرد ......☆...... کند آنچہ نتوان بہ شمشیر کرد ☆

مفسرین لکھتے ہیں......

''ان آیات میں سے پہلی آیت اور دوسری آیت دنیا سے ظلم وجور کے مٹانے کا ایک قانون ہے، مگر عام دنیا کے قوانین کی طرح نہیں جس کی حیثیت صرف آمرانہ ہوتی ہے، بلکہ ترغیب وترہیب کے انداز کا ایک قانون ہے جس میں ایک طرف تو اس کی اجازت دے دی گئی ہے کہ جس شخص پر کوئی ظلم کرے تو مظلوم اس کے ظلم کی شکایت، یا کسی عدالت میں چارہ جوئی کرسکتا ہے، جو عین عدل وانصاف کا تقاضا اور انسداد جرائم کا ایک ذریعہ ہے، لیکن اس کے ساتھ ایک قید بھی سورہ نحل کی آیت میں مذکور ہے: ''یعنی اگر کوئی شخص تم پر ظلم کرے تو تم بھی اس سے ظلم کا بدلہ لے سکتے ہو، مگر شرط یہ ہے کہ جتنا ظلم وتعدی اس نے کیا ہے بدلہ میں اس سے زیادتی نہ ہونے پاوے ورنہ تم ظالم ہوجاؤ گے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ظلم کے جواب میں ظلم کی اجازت نہیں بلکہ ظلم کا بدلہ انصاف سے ہی لیا جاسکتا ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی ہدایت ہے کہ بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے مگر صبر کرنا اور معاف کردینا بہتر ہے...... یہ ہے دفع ظلم اور اصلاح معاشرہ کا قرآنی اصول اور مربیانہ انداز کہ ایک طرف برابر کے انتقام کا حق دے کر عدل وانصاف کا بہترین قانون بنادیا، دوسری طرف مظلوم کو اعلی اخلاق کی تعلیم دے کر عفو ودرگذر پر آمادہ کیا، جس کا لازمی نتیجہ وہ ہے جس کو قرآن کریم نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''یعنی جس شخص کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی اس طرز عمل سے وہ تمہارا مخلص دوست بن جائے گا،، (معارف القرآن ۲/۵۹۳،۵۹۴)۔

غیر مجرمین سے بدلہ لینا جائز نہیں ہے:

اگر ایک طبقہ کی طرف سے ظلم وزیادتی ہو جس میں اس طبقہ کے کچھ افراد شریک ہوں تو مظلوموں کو ظلم کرنے والے گروہ کے ان لوگوں سے بدلہ لینا جائز نہیں ہے جو بے قصور ہوں اور جو خود اس ظلم میں شامل نہ ہوں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''**وقاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم و لا تعتدوا ان الله لایحب المعتدین**،، (سورۂ بقرہ: ۱۹۰) (اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی مت کرو، بے شک اللہ تعالی ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو)۔

نیز فرمایا: ''**فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم و اتقوا الله و اعلموا ان الله مع المتقین**،، (سورۂ بقرہ: ۱۹۴) (پھر جس نے تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے

زیادتی کی تم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے)۔

ان دونوں آیتوں سے یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ غیر مجرمین اور غیر مقاتلین سے بدلہ لینا اور ان کو جان سے مارڈالنا قطعا جائز نہیں، اور اگر کسی مسلمان نے اس کی خلاف ورزی کرنے کو بہتر سمجھا تو پھر عند اللہ مجرم قرار پائیں گے۔

اسی قسم کے سوال کے جواب کے تحت مفتی محمد کفایت اللہؒ تحریر فرماتے ہیں: ''مجرموں کو گرفتار کرانا یا ان سے انتقام لینا تو صحیح ہے، مگر اصل مجرم گرفتار نہ ہوسکیں تو ان کے عوض میں دوسرے بے گناہوں پر حملہ کرنا اور انہیں مارنا صحیح نہیں ہے،، (کفایت المفتی ۹/۳۳۹)۔

راحت وخوشی میں شکر کرنا اور مصائب وآلام میں صبر کرنا اسوۂ حسنہ ہے:

''**عن صهيب قال قال رسول اللهﷺ: عجبا لامر المؤمن ان امره كله له خير وليس ذلك لايحصل الاللمومن،ان اصابته سراء شكر فكان خير اله وان اصابته ضراء صبر فكان خيراله** ،، (مسلم ۲/۴۱۳ کتاب الزہد، باب فی احادیث متفرقۃ) (حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن بندہ کا معاملہ بھی عجیب وغریب ہے کہ اس کا ہر معاملہ اس کے واسطے خیر ہی خیر ہے، یہ بات مومن بندہ کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہے، اگر اس کو راحت وخوشی پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر ہے، اور اگر اسے مصائب اور غم پہنچتے ہیں تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے سراسر خیر ہے)۔

ہر انسان کو زندگی میں دو حالتیں پیش آتی ہیں، کبھی خلاف طبع احوال پیش آتے ہیں، اور کبھی موافق طبع، کبھی ناخوشگوار اور دل شکن امور سے واسطہ پڑتا ہے اور کبھی خوشگوار اور مسرت خیز حالات سے، کبھی بندہ مصائب وبلیات سے دوچار ہوکر ملول ومحزون ہوتا ہے اور اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے چمنستان زندگی کے سارے پھول مرجھا گئے ہیں اور کبھی راحت وآرام کی حیات آفریں ہوائیں پاکر مرجھائے پھول اچانک شگفتہ وشاداب ہوجاتے ہیں، غرض ہر شخص ان دونوں حالات سے دوچار ہوتا رہتا ہے، بالخصوص ہندوستان کے مسلمانوں کے اوپر یہ احوال آتے رہتے ہیں، ہمیں بھی شکر وصبر کرنے کی ضرورت ہے، اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں اپنی زندگی کا سفر طے کرتے رہیں، ہماری تہذیب اور اسلامی تعلیم یہی ہے، غیر مجرمین کو مارنا کسی صورت صحیح نہیں ہے۔

☆ مگس جایی نخواهد رفت بجز دکان حلوایی ☆

دہشت گردی دراصل محرومی اور ناانصافی کی کوکھ سے جنم لیتی ہے:

جہاں بھی دہشت گردی پیدا ہوتی ہے وہاں اس کے کچھ بنیادی اسباب ومحرکات ہوتے ہیں، جیسے کسی گروہ کے ساتھ معاشی یا سیاسی یا سماجی یا ملی ومذہبی ناانصافی، یا کسی گروہ کے اندر طاقت وقوت کے ذریعہ حکومت اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کرلینے کی خواہش، ان اسباب وعلل کے تدارک اور استیصال کے لئے اسلام نے ہدایات واصول دیئے ہیں، اگر ان کے مطابق پوری انسانیت عمل پیرا ہوتو یہ دہشت گردی خود بہ خود پوری دنیا سے ختم ہوجائے گی۔

اب ہم دونوں شقوں کے احکام الگ الگ بیان کریں گے:

۱۔کسی گروہ کا دوسرے گروہ کے ساتھ دہشت گردی کرنا: شریعت مطہرہ نے پانچ چیزوں کی حفاظت وصیانت کی بنا پر قتال کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ پوری دنیا سے دہشت گردی کا تخم نیست ونابود ہوجائے وہ مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔تحفظ دین ،۲۔تحفظ جان،۳۔تحفظ عقل وشعور،۴۔تحفظ نسب،۵۔تحفظ مال (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۷/۱۵۳، ۱۶۴)۔

تحفظ دین: عمومی اصول کے مطابق ملک میں رہنے والے تمام شہریوں کو مکمل مذہبی اور فطری آزادی حاصل ہوتی ہے۔

تحفظ جان: کسی بھی حکومت میں ہر انسان کو حرکت وعمل کی آزادی ہوتی ہے، لیکن کوئی ایک یا چند افراد اس کی آڑ میں ملک میں خونریزی و دہشت گردی شروع کردیں تو حکومت کے لئے جائز بلکہ ضروری ہوگا کہ وہ ایسے لوگوں کے خلاف سخت کارروائی کرکے عام لوگوں کی حفاظت جان کا انتظام کرے۔

تحفظ عقل وشعور: اس دنیا میں ہر انسان کو کھانے پینے کی آزادی ہے، یہ ایک عمومی قاعدہ ہے جس سے ملک وقوم کا ہر فرد مستفید ہوسکتا ہے، مگر کوئی اس آزادی کا غلط استعمال کرے اور شراب، ہیروئن یا دیگر منشیات کا استعمال شروع کردے تو ایسی کسی بھی چیز کے کاروبار پر پابندی لگانے کا حکومت کو اختیار ہوگا، اس لئے کہ اگر یہ تادیبی کارروائی نہ کی جائے گی تو پورا معاشرہ نشہ کا ایسا عادی ہوجائے گا کہ ملک وجماعت کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا جس میں اچھے عقل وشعور اور گہرے ادارک وتمیز والے لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

☆ این دغل دوستان کہ می بینی مگسانند گرد شیرینی ☆

تحفظ نسب: جنسی معاملات میں باہمی رضامندی سے کوئی بھی مشروط عقدو پیمان انسان کرسکتا ہے، لیکن اگرکوئی اس باب میں بے راہ روی کا مرتکب ہواور غیر شرعی وغیر قانونی طریقوں میں جنسی تسکین کا سامان تلاش کرے تو حکومت کے لئے اجازت ہوگی کہ وہ ایسے لوگوں پر حدزنا جاری کرکے انسانی نسل کا تحفظ کرے ورنہ حلال وحرام نسل میں تمیز مشکل ہوجائے گی۔

تحفظ مال: دولت کمانے کی بھی ہرانسان کو پوری آزادی ہے لیکن اگرکوئی شخص اس میں غلط راستے اختیار کرے، مثلاً لوٹ مار، چوری، ڈکیتی کے راستے سے دولت کمانے کی کوشش کرے تو ایسے تمام لوگوں کے خلاف شرعی تادیبی کارروائی کرنا حکومت کے لئے ضروری ہوگا ورنہ پورا ملک اقتصادی بحران کا شکار ہوجائے گا۔

''انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلو ا اویصلبوا اوتقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف اوینفوامن الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃعذاب عظیم،، (سورۂ مائدہ:۳۳) (یہی سزا ہے ان کی جولڑائی کرتے ہیں اللہ سے اوراس کے رسول سے اوردوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کوکہ ان کاقتل کیاجائے یاسولی پر چڑھائے جاویں یاکاٹے جاویں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یادورکردیئے جائیں اس جگہ سے یہ ان کی رسوائی ہے دنیامیں اوران کیلئے آخرت میں بڑاعذاب ہے)۔

حدیث میں ہے: ''عن قابوس بن مخارق عن ابیہ قال: سمعت سفیان الثوری یحدث بھذا الحدیث قال: جاء رجل الی النبی ﷺ فقال: الرجل یاتینی فیریدمالی، قال: ذکرہ باللہ، قال: فان لم یذکرہ، قال: فاستعن علیہ من حولک من المسلمین، قال: فان لم یکن حولی احد من المسلمین، قال فاستعن علیہ بالسلطان، قال: فان نای السلطان عنی، قال: قاتل دون مالک حتی تکون من شھداء الآخرۃاوتمنع مالک،، (المجتبی ۲/۱۷۲،۱۷۱)۔

(حضرت قابوس بن مخارقؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سفیان ثوری کو یہ حدیث بیان فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ ایک صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کیا: ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے میرا مال چاہتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اللہ کی

یاددلاؤ،صحابی نے عرض کیا:اگروہ نصیحت قبول نہ کرے،آپ ﷺ نے جواب دیا:اس کے خلاف اپنے پڑوس کے مسلمانوں سے مددطلب کرو،صحابی نے عرض کیا:اگرمیرے قریب کوئی بھی مسلمان نہ ہو،آپ ﷺ نے فرمایا:تب پھر بادشاہ کی مددحاصل کرو،اس صحابی نے عرض کیا:اگر بادشاہ مجھ سے بہت دور رہتا ہوتو پھرکیا ہوگا،آپ ﷺ نے فرمایا:پھرتم اپنے مال کی حفاظت کی خاطر اس سے لڑواورقتال کروتا آنکہ تم اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے آخرت کے شہیدوں میں شامل ہوجاؤیاپھر وہ تمہارے مال سے دست بردار ہوجائے)۔

نیزحدیث میں ہے:''عن ابی ھریرۃقال:جاء رجل الی رسول اللہ ﷺفقال:یارسول اللہ ارایت ان عندی علی مالی،قال:فانشدباللہ،قال:فان ابوا علی، قال: فانشد باللہ،قال:فان ابواعلی،قال:فانشدباللہ،قال:فان ابوا علی قال:فقاتل فان قتلت ففی الجنۃوان قتلت ففی النار،،(المجتبی ۲/۱۷۲کتاب المحاربۃتحریم الدم۔مایفعل من تعرض مالہ)۔

(حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اورعرض کیا:یارسول اللہ!آپ کا کیامشورہ ہےاگرکوئی میرے مال پرظلم وتعدی کرے؟آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:اس کواللہ کی قسم دو،(کہ خدارا ایسی نازیباحرکت کرنے سے بازآجاؤاسلام میں یہ چیزاچھی نہیں ہے)،صحابی نے عرض کیا:اگروہ پھرخودرائی اورخودسری پراتر آئے؟آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:پھراس کواللہ کی قسم دو،صحابی نے عرض کیا:اگروہ خودرائی اورخودسری پراترآئے؟آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:اس کوپھراللہ کی قسم دو،صحابی نے عرض کیا:اگروہ پھرخودرائی اورخودسری پرڈٹارہ جائے؟آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:تب اس سے مقاتلہ کرو،اگرتم اس قتال ولڑائی میں اس کے ہاتھ سے مقتول ہوجاؤگےتوتم جنت میں داخل ہوگےاوراگرتم نے ہی اس کوقتل کردیاتوپھروہ جہنم میں داخل ہوگا)۔

ان دونوں احادیث کی روشنی میں یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ دہشت گردکودہشت گردی کرنے سے ہرطرح کی طاقت کااستعمال کرکےروکاجائے،اگروہ بازنہ آئےتواس کےساتھ قتال کرکےجہنم رسیدکردیاجائے تاکہ پوری دنیاکےلوگ سکون وچین کی زندگی گذارے۔

امام بخاری وغیرہ بعض علماء کی تحقیق کے مطابق ۱۰ھ اوراکثرعلماء سیرواہل مغازی کے نزدیک ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کویمن کاحاکم بناکربھیجاتھا،اوررخصت کرتے وقت اہل یمن

کو اسلام کی دعوت دینے کے متعلق آپ نے ان کو یہ ہدایات دی تھیں......... سب سے آخری نصیحت آپ نے یہ فرمائی کہ دیکھو! مظلوم کی بددعا سے بچنا، مطلب یہ ہے کہ تم ایک علاقے کے حاکم بن کر جارہے ہو، دیکھو کبھی کسی پر ظلم اور زیادتی نہ کرنا، کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے وہ قبول ہو کر رہتی ہے (معارف الحدیث ۱/۸۴، ۸۷)۔

بلکہ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کا یہ اشارہ بھی مروی ہے: ''**دعــوة المظلوم مستجابةوان كان فاجرا ففجوره على نفسه**،، (مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے اگر چہ وہ بدکار ہو، تو اس کی بدکاری کا وبال اس کی ذات پر ہے)۔ یعنی فسق وفجور کے باوجود ظالم کے حق میں اس کی بددعا قبول ہوتی ہے۔ اور مسند احمد میں ہی حضرت انسؓ کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں: ''**دعـوةالـمظلوم مستجابة وان كان كافرا ليس دونه حجاب**،، (مظلوم کی بددعا قبول ہوتی ہے اگر چہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، اس کے لئے کوئی روک نہیں ہے) (معارف الحدیث ۱/۸۷، فتح الباری ۵/۱۱۶ تا ۱۲۲)۔

ان احادیث کی تشریحات وتوضیحات کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ دہشت گردی، دہشت پسندی، دہشت زدگی، دہشت انگیزی، آتنک وادی، اگروادی کے جہاں جہاں پہنچنے کے امکانات ہوسکتے تھے ہر ہر مراحل ومنازل پر ابتداء ہی سے روک لگادی ہے، یہ مذہب اسلام کی حقانیت کی اعلی دلیل ہے اور جناب ﷺ کی اعلی ظرفی کی دلیل ہے۔

کسی گروہ کا حکومت اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کرلینا:

جس کسی گروہ کے اندر طاقت وقوت کے ذریعہ حکومت اور معاشی وسائل پر تسلط حاصل کرلینے کی خواہش پیدا ہوجاتی ہے اور وہ ایک تشکیل شدہ حکومت کی دہشت گردی کے ذریعہ اینٹ سے اینٹ بجادیتا ہے، حکمراں اور عوام اس کی بناپر پریشانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، تو دہشت گردوں کا یہ ناروا طریقہ شرعا سراسر غلط اقدام ہے۔

حفاظت خود اختیاری شریعت کی نظر میں:

جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے حملہ آور سے لڑنا اور ان کے حملوں کو ناکام بنانے کی کوشش

کرنا یقیناً جہاد کے د ہے، اور اگر اسی راہ میں جان چلی جائے تو یہ شہادت ہے۔

"عن سعید بن زید قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من قتل دون مالہ فھو شھید، ومن قتل دون دمہ فھو شھید، ومن قتل دون دینہ فھو شھید، ومن قتل دون اھلہ فھو شھید،، (ترمذی ۲۶۱/۱) (حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے)۔

ظالموں، دہشت گردوں کے خلاف جہاد نہ صرف جائز بلکہ مطلوب ہے، اور بعض حالات میں واجب ہے، لیکن اس کے لئے کچھ شرائط بھی ہیں، جن میں ایک بنیادی شرط ایسے امیر کا موجود ہونا ہے جو نظم جہاد کو انجام دے سکے، چنانچہ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: جہاد کا معاملہ امام اور اس کی رائے سے متعلق ہے: "وذلک لان امر الجھاد موکول الی الامام واجتھادہ ویلزم الرعیۃ طاعتہ فیما یراہ من ذلک،، اور علامہ ابواسحٰق شیرازی کا بیان ہے کہ امام المسلمین یا اس کی جانب سے مقرر نائب کے بغیر جہاد مکروہ ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۳۶،۱۳۱/۱۶)۔

مدافعت انفرادی فعل بھی ہے اور اجتماعی بھی، کہیں حق مدافعت کے استعمال کرنے کے لئے امیر اور اجتماعی قوت ضروری نہیں، اس لئے مناسب ہوگا کہ اس کو جہاد کا عنوان نہ دیا جائے بلکہ "حفاظت خود اختیاری،، کی تعبیر وتفسیر مناسب ہے، جس کی شریعت میں ہر وقت اجازت ہے اور جس کو دنیا کے تمام مہذب قوانین نے انسان کا ضروری اور فطری حق تسلیم کیا ہے۔

مسلمانوں کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب جان ومال اور عزت وآبرو خطرہ میں پڑ جائے تو وہ سپر اندازی اور سرخمیدگی کی راہ اختیار کرنے کے بجائے مقدور بھر حتی الامکان آپ اپنی حفاظت کریں۔

بہرحال جان ومال اور عزت وآبرو پر کوئی دہشت گرد حملہ کرے تو حتی المقدور شرعی نقطہ نظر سے مدافعت واجب ہے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

کل شیء یرجع الی اصلہ..... ہر کسی کو دور ماند از اصل خویش..... باز جوید روزگار وصل خویش